فرانز کافکااوراردوافسانہ

سید خرم شہزاد
ایم فل (اردو)
ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

URDU FICTION AND FRANZ KAFKA

Syed Khurram Shahzad
MPhill (Urdu)
Hazara University, Mansehra

Abstract

Franz Kafka is the pioneer of abstract and surrealistic style in fiction. He has very broad impact on international literature including Urdu. A number of Urdu writers liked Kafka's style and employed it as well in their works. They include Intizar Husain, Quratul Ain Haider, Ahmad Ali even Saadat Hassn Manto etc. The article highlights the impact of Franz Kafka on Urdu literature. It covers Franz Kafka's brief introduction besides style and his impact on Urdu literature with additional view of reasons and discussion of super literature.

Keywords:
ارسطو،فرانز کافکا،نعیم احمد،اردو،افسانہ،جرمنی نقوش،جرمن ادب کاارتقا،
کافکا کےافسانے،اردوافسانے پرمغربی اثر

ارسطو نے جہاں اپنی اور اپنے قدما کی حکمت کو بروئے کار لاتے ہوئے ادب کی تعریف وضع کی، وہیں اُس کے اصولوں، ہیئتوں اور فصاحت و بلاغت جیسے اجزا پہ روشنی ڈال کر مباحث کا آغاز کیا اور یوں ادب کو آنے والے وقتوں کے لیے موزوں کیا۔ لانجائنس کے نظریہ ارتفاع کی بحث نے حقیقی معنوں میں ادب کے عوامل اور اثرات سمجھاتے ہوئے ارسطو کے نظریات کی تکمیل کی ہے۔ اُن کے بعد ادب کی ہیئتوں اور پیش کاری کے مختلف طریقوں میں اضافہ ہوتا رہا اور جزئیات پر نقد و نظر جاری رہی۔

اچھا ادب، بُرا ادب یا چھوٹا ادب اور بڑا ادب جیسے مباحث عموماً سامعتوں کو متاثر کرتے محسوس ہوتے ہیں اور یہ بحث قریباً ہر زمانے کا حصہ رہی ہے، مگر ادب کا زیادہ تعلق چونکہ براہِ راست انسان کی روحانی کیفیتوں سے ہے؛ اس واسطے اس کے حتمی نتائج اخذ کرنے کا نظام قائم نہیں ہو سکا۔ کچھ نقاد عمدہ ہیئت یا پیش کاری کو اولیت دیتے رہے تو کچھ جذبے کی شدت، خالص پن یا ارفع ہونے کو بنیادی عمل سمجھتے اور سمجھاتے رہے ہیں۔ ادب کا دائرہ اتنا وسیع ہے اور انسانی ذوق اور ضرورت میں اس درجہ تفاوت ہے کہ حتمی نتائج والی بات میں پھر گنجائش رکھنی پڑتی ہے۔ بہر حال، یہاں اس نکتے کو معیار حاصل ہے کہ ادب دراصل تکمیلیت کا نام ہے، جس کے لیے انگریزی لفظ "پرفیکشن" زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے۔ اب یہ تکمیلیت بھی اپنے زمان و مکاں کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے مگر سچ یہی ہے کہ تکمیلیت اپنے زمان و مکاں کے اعتبار سے ہی ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والے زمانے اور دوسرے مقامات تو اُس تکمیلیت سے اپنے لیے درست سمت کا تعین کرتے ہیں۔

ادب شاعری کی صورت میں ہو یا نثر میں، اُسے اپنی بقا کے لیے مقامیت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ مگر یہ بات ادبی مباحث سے واضح ہے کہ بقا پانے والے فن پاروں میں ارفع جذبات و تخیل کے حامل موضوعات نمایاں ہیں۔ ادب اعلیٰ کی یہ جھلک کہیں فرانز کافکا جیسے نثر نگار کی علامت نگاری میں نظر آتی ہے تو کہیں سعادت حسن منٹو جیسے کہانی کار کی انتہائی حقیقت نگاری اور شدت پسندی میں محسوس ہوتی ہے۔ ادب اعلیٰ کی بحث میں آنے والے تمام شاعر، نثر نگار اور پھر غیر ادیب فلسفی، صوفی، سائنسدان اور نقاد ذہن کے حامل افراد ایک لڑی میں پروئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

فرانز کافکا (۱۹۲۴ء-۱۸۸۳ء) جرمن زبان کا ناول نگار اور مختصر کہانی کار ہے، جسے بیسویں صدی کے مقبول ترین ادیبوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہے، موجودہ چیک ریپبلک میں پیدا ہوا۔ فرانز کافکا کی زندگی میں دو افسانوی مجموعے شائع ہوئے جنھیں خاطر خواہ توجہ نہ ملی مگر اُس کی وفات کے بعد دنیا کو کافکا کی تحریروں میں موجود اُن کے اپنے بدنما پہلوؤں کی پہچان ہونے لگی۔ انھیں کبھی خوف آنے لگا تو کہیں یہ تحریریں تزکیہ نفس کا سامان بنیں۔ جرمنی جیسے ملک کو ان پر پابندی لگانی پڑی۔ کافکا کے فن پارے ادب اعلیٰ کے مباحث کی زینت بننے لگے اور پوری صدی گزر جانے کے باوجود اپنے ہونے کے جواز کے ساتھ موجود ہیں۔

کسی بھی فنکار کے فن اور اُس کی فکر کو سمجھنے کے لیے صرف فن پاروں کا مشاہدہ نا کافی ثابت ہوتا ہے۔ تخلیق کار کے اردگرد واقع ہونے والے عوامل کسی نہ کسی طرح اُس فن پارے کی تخلیق سے تعلق رکھتے ہیں۔ منٹو اس حوالے سے کہتے ہیں:

> ''میں زندگی کو جیسے دیکھتا ہوں اس کا ویسا اظہار نہیں کرتا بلکہ میں زندگی کو جیسا دیکھنا چاہتا ہوں اس کا اظہار کرتا ہوں اور یہ بھی ایک آرٹسٹ کا نقطۂ نظر ہونا چاہیے۔ افسانہ نگار کی بڑی چیز یہ ہے کہ وہ ایک چیز لکھے اور وہی آپ کو زندگی میں مل جائے۔'' (۱)

افسانہ نگار کی اصل بڑائی اسی میں ہوتی ہے کہ وہ زمانہ شناس ہونے کے ساتھ ساتھ عمدہ عکاس بھی ہوتا ہے۔ فرانز کافکا پر بھی اُس کے زمانے اور ماحول کے اثرات کا ہونا ازبس لازم تھا۔ پہلی جنگِ عظیم کا گواہ اور معاشرتی ناہمواریوں سے نبرد آزما رہنے والا فرانز کافکا، دراصل اپنے معاشرے اور ماحول کا ہی عکاس ہے۔ اس کے علاوہ دوسرا بڑا اثر جو بیسویں صدی کی ابتدا سے لے کر آج تک ادیبوں کو متاثر کیے ہوئے ہے، وہ معروف ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائڈ کا اثر ہے۔ اس اثر سے کافکا بچ سکا نہ سعادت حسن منٹو، بلکہ یہ دونوں ادیب سگمنڈ فرائڈ کے نظریات کے حوالے سے زیادہ اہم محسوس ہوتے ہیں۔

سگمنڈ فرائڈ ایک معروف ماہرِ نفسیات تھا اور حیرت کی بات ہے کہ اُس کے حالاتِ زندگی بھی خاصی حد تک فرانز کافکا سے ملتے تھے۔ سگمنڈ فرائڈ نے نفسیات کے شعبے میں غور و خوض کر کے بہت اہم مباحث کی باقاعدہ ابتدا کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ دماغ کی روحانی کارکردگی پر مشاہداتی اور تجرباتی بنیادوں پر اُس نے مختلف انسانی نفسیاتی راز افشا کیے، جن میں جنسیت کی بحث اہم ہے۔ فرائڈ کی اس بحث نے جہاں ایک طرف روایتی مذہبی اور معاشرتی تصورات کی بنیاد ہلا ڈالی، وہیں مختلف زاویوں سے بعد کے ادیبوں کو متاثر کیا۔ فرائڈ کے حوالے سے ڈاکٹر نعیم احمد لکھتے ہیں:

> ''(کوپرنیکس اور ڈارون کے بعد) اِنسانیت کو تیسرا دھچکا فرائڈ کے نظریہ تحلیل نفسی نے لگایا۔ فرائڈ کی علمی کاوشوں سے نفسِ انسانی کی عمیق ترین تہوں کا سراغ ملا اور جنسیت کو اِنسانی کردار کی قوتِ محرکہ قرار دیا گیا۔ فرائڈ سے قبل جنسیت کو شر اور گناہ کا مصدر اور منبع سمجھا جاتا تھا۔ اس کا عملی ثبوت اس دور کی راہبانہ تعلیمات میں ملتا ہے جن کی رو سے تجرد کی غیر فطری زندگی کو مذہبی اعتبار سے مستحسن سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ بجائے روحانی ترقی کے اخلاقی وسماجی انحطاط کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قرونِ وسطیٰ کے متعصّبانہ ذہنی رویوں کے لیے فرائڈ کا نظریہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا۔'' (۲)

کافکا کا ذہن اس درجہ رسا تھا کہ وہ فرائڈ کے مباحث کو ہضم کر سکے اور ان سے استفادہ بھی کر سکے۔اس کی تحریریں نفسیاتی مباحث،نفسیاتی عوامل اور دوسری پیچیدگیاں لیے ہوئے ہیں،جن کی فہم کے لیے فرائڈ کا یہ مختصر حوالہ پوری بحث میں سودمند ثابت ہوگا۔

فرانز کافکا کی تحریریں جہاں ہیئتی اعتبار سے "تکمیلیت" سے دور نظر آتی ہیں اور ادھورا پن حاوی نظر آتا ہے،وہیں فکری سطح پر اُن میں الجھن اور پیچیدگی محسوس ہوتی ہے:''کافکا کی حیثیت چونکہ ایک ماورائی فنکار کی ہے اس لیے ہیئت کی عام بے قاعدگی پائی جاتی ہے۔جہاں وہ خارجیت میں غوطہ زن ہوتا ہے اور اُس دنیا کے عجیب وغریب اور منتشر تلازمات کی جانب تمثیلاتی اور علامتی اشارے دیتا ہے۔''(۳)

کافکا کا کردار کبھی مکوڑا بنا ہوتا ہے تو کبھی ایک فنکار اپنے فن کی نمائش کے لیے چڑیا گھر کے پنجرے میں قید کاٹتے ہوئے مرجاتا ہے۔کافکا کی کہانیوں کی ابتدا ہی قاری کو اچنبھے میں مبتلا کردیتی ہے۔"نیا وکیل" نامی کہانی کا آغاز کچھ یوں ہوتا ہے:''ہمارے یہاں ایک نیا وکیل آیا ہے،ڈاکٹر بسفیلس۔اس کے حلیے میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے آپ کو یہ خیال آسکے کہ وہ کسی زمانے میں سکندر مقدونی کا گھوڑا تھا۔''(۴)

"فکر کی اولین لکیریں" نامی کہانی میں مرکزی کردار جھولوں پر چھلانگیں لگانے والا بازیگر کا ہے جو کبھی اپنے جھولوں سے نہیں اترتا:''(وہ) دن اور رات کے کسی لمحے میں اپنے جھولے سے نہ اترتا۔پہلے پہل تو اپنے فن میں یکتا ہونے کی خاطر لیکن پھر اس لیے کہ یہ عادت اس کی فطرت ثانیہ بن گئی۔''(۵)

کافکا کی دنیا میں کچھ بھی ممکن ہے یہاں کچھ بھی ہوسکتا ہے۔کافکا کا معروف کردار گریگر سیمسہ ایک صبح اپنے بستر پر جاگتا ہے تو وہ ایک بدنما کیڑا بن چکا ہوتا ہے:''رات بھر الجھے ہوئے خوابوں میں مبتلا رہنے کے بعد گریگر سیمسہ ایک صبح بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ اپنے بستر میں وہ ایک بد ہیئت کیڑے کی جون دھار چکا ہے۔''(۶)

اس سب کے باوجود کافکا کے جذبے کی شدت اور خلوص اُس کے فن پارے میں ایسی روح پھونک دیتے ہیں کہ قاری کافکا کی تحریریں پڑھنے کے بعد قاری کو اصلی دنیا غیر مکمل اور افسانوی محسوس ہونے لگتی ہے اور یہی فرانز کافکا کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ایک محقق کے بقول:

> ''دستوئیوسکی کے فن پر چھائی ہوئی ماورائیت سے انسان اپنے وجود کے اندر تبدیلی محسوس کرتا ہے لیکن کافکا کی ماورائیت سے دنیا تبدیل نظر آتی ہے۔افسانے کے آغاز میں یہ تحریریں خواب پریشان کا تاثر دیتی ہیں لیکن جیسے جیسے قارئین اختتام کی منزل کی طرف بڑھتے ہیں، یہ خواب حقیقت بن جاتا ہے اور جب اپنی مانوس دنیا میں قارئین واپس آتے ہیں تو انھیں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک نئے خواب پریشاں میں داخل ہوگئے ہیں۔''(۷)

فریڈ لینڈر کے مطابق کافکا اپنے ذہنی ہیجان کا شاعر تھا۔وہ تمام عمر اپنی نفسیاتی الجھنوں سے نبرد آزما رہا۔ کافکا اپنے آپ کو اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار پر پرکھتا تھا اور اپنے والد سے حد درجہ خائف تھا۔اس وجہ سے وہ عجیب کیفیات سے دوچار ہو کر مستقل طور پر نفسیاتی گھمر گھیریوں میں الجھ گیا۔انھی چیزوں کی چھاپ اُس کی تحریروں میں دکھائی دیتی ہے۔بینجن لکھتا ہے:

"Kafka's world is world of theater for him . Man is on the stage from very beginning. (۸)

کافکا کے لیے ہر گھڑی امتحان کی گھڑی ہے اور ہر اگلا لمحہ نتیجہ کا متقاضی ہے۔اُس کا دنیا کو دیکھنے کا زاویہ جُدا ہے اور اُس زاویے کو دنیا کے سامنے لانے کا انداز بھی الگ ہے۔کافکا تلخ سے تلخ چیز کو بھی حسین بنا کر پیش کر دیتا ہے اور یہی کمالِ فن بھی ہے۔رولسٹن کی یہ عبارت کافکا کے فن کا عمدہ احاطہ کرتی ہے:

"We have noted that Kafka is indisputably interested in the rhythm of ordinary human striving & self justification, which is so absorbed a full blooded realist like Balzac,but Kafka articulates these drives in bloodless abstract, almost mechanistic way, rather than full blooded" (۹)

فرانز کافکا کا فن اُس کی جزئیات نگاری سے جنم لیتا ہے اور ایک ماورائی فضا کی لامتناہی حدود میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔خورشید احمد لکھتے ہیں:

''تو گویا چھوٹی چھوٹی جُزئیات کے اندراج کے معاملے میں اِحتیاط،کافکا کی ایک اور امتیازی خصوصیت ہے۔یہی خصوصیت پُراسرار طریقے سے اُس کے یہاں بدفال،بلا آثار منحوس اور آسیبی فضا پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے۔''(۱۰)

انسانی جذبات،انسانی نفسیات کی تابع کیفیتوں کا نام ہے۔پیار،محبت،نفرت،غصہ،بیزاری جیسے جذبات عموماً جنسی قوتوں یا عوامل کی موزونیت اور ناموزونیت کے تابع رہتے ہیں۔ادیب لوگ انھی حساسیت کے درجوں کے مطابق ہر شے کو محسوس کرتے ہیں جو عام لوگوں کے درجوں سے خاصے لطیف ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایسے حساس لوگ دنیا میں ناموزوں سے لگتے ہیں اور اپنے نفسیاتی ہیجان سے ہر لحظہ نبرد آزما رہتے ہیں۔بعد میں آنے والے اردو کے مایہ ناز افسانہ نگار سعادت حسن منٹو کی طرح فرانز کافکا بہت ساری نفسیاتی الجھنوں اور کیفیتوں کا شکار رہا،جن کی چھاپ اُس کے فن پاروں پر بھی دیکھی جا سکتی ہے۔کافکا کے بارے میں ایک نقاد لکھتا ہے کہ کافکا کو جن مسائل نے سب سے زیادہ پریشان کیا وہ جنسی مسائل تھے۔

سعادت حسن منٹو کے حوالے سے مباحث کا بطور نفسیاتی حقائق عمیق مطالعہ درکار ہے۔ کچھ لوگوں نے جنس نگاری بلکہ فحش نگاری کو کافکا یا منٹو سے منتھی کر دیا ہے جو درست معلوم نہیں ہوتا۔ کافکا نے اپنی دنیا آپ گھڑی جو عام دنیا سے مختلف ہے، جس میں کچھ بھی ہونے کا امکان موجود ہے۔ یہاں آدمی مکوڑا بن سکتا ہے۔ یہاں آدمی کو نامعلوم جُرم میں نامعلوم وقت کے لیے سزا بھی ہو سکتی ہے۔ یہ ایلس کا ونڈر لینڈ ہے۔

ماورائیت کافکا کی خاصیت ہے جسے پیش کرنے میں اُسے کمال حاصل ہے اور ماورائیت بھی ایسی کہ جس پر عین حقیقت کا گمان ہونے لگے اور اس کے سامنے عین حقیقت بھی چھوٹی محسوس ہو۔ کافکا ماورائیت کے اولین علم برداروں میں سے ہے۔ ”جرمن ادب میں میرنک (Mernik) اور افسانہ نگاری میں کافکا، ماورائیت کے اولین علم بردار قرار دیے گئے ہیں۔ ماورائیت کی تحریک نے نہ صرف جرمن ادب بلکہ بیسویں صدی کے فکشن پر بھی گہرے اثرات چھوڑے ہیں، جس کی بازگشت موجودہ دور کے افسانوں میں بھی سنائی دیتی ہے۔“(۱۱)

یہی وجہ ہے کہ ایک حساس قاری آج بھی جب کافکا کی تحریروں کو پڑھتا ہے تو وہ زمان و مکاں سے بے نیاز ہو کر اُسے اپنے نفسیاتی پیمانوں سے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور اُسے اُن میں تازگی اور تحریک محسوس ہوتی ہے، ساتھ ہی آنے والے زمانوں کا ادراک بھی ہوتا ہے۔ کافکا کو ان نفسیاتی عوامل اور غیر مرئی طاقتوں کا پورا ادراک تھا جو انسان کو رفتہ رفتہ ختم کر دیتی ہیں۔

کافکا ایک زندہ شعور کا حامل شخص تھا جو عوامل اور مظاہر کو ہر زاویے سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، یہی وجہ ہے کہ اُس کے فن پاروں میں وہ عالمگیریت دَر آتی ہے کہ ہر شعبے کا محقق اُن میں سے اپنے مطلب کی چیز ڈھونڈ نکالتا ہے۔ نیّر مسعود کہتے ہیں:

> ”اس وقت کافکا کو دستوئیفسکی کی طرح ادبیات کا پیچیدہ ترین دماغ کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تحریروں کی مذہبی، روحانی، صوفیانہ، فلسفیانہ، مابعد الطبیعاتی، سماجی، اخلاقی، نفسیاتی، جنسی تاویلیں کی جا رہی ہیں اور اس کی تحریروں میں ہر تاویل کا جواز موجود ہے۔ خود کافکا کا فن ان تحریروں کو اپنی خواب نما باطنی زندگی کی عکاسی قرار دیتا ہے اور تاویلیں اب تک اُس کی باطنی زندگی کو پوری طرح گرفت میں نہیں لا سکی ہیں۔ اتنا البتہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ کافکا کی یہ باطنی زندگی، ظاہری زندگی سے کافی مختلف ہے۔“(۱۲)

فرانز کافکا کی انگلیاں زمانے کی نبض پر تھیں اور وہ اپنے اردگرد کے علاوہ اپنی ذات اور اپنے فن کے ماضی، حال اور مستقبل سے آگاہ تھا۔ کافکا نے اپنی موت سے قبل اپنے دوست میکس براڈ کے لیے بہت سے نوٹس لکھے جو اُس کی موت کے بعد موصول ہوئے۔ انھی میں سے ایک کی عبارت یہاں نقل کی جا رہی ہے

جس میں کافکا اپنے فن پاروں کے بارے میں یوں کہتا ہے:

> The only books that can stand are "Of all my writings The Judgment, The Stokers, Metamorphosis, Penal Colony, Country Doctorand the short story: Hunger Artist......(۱۳)

یعنی کافکا خود جانتا تھا کہ اس کی کون سی کہانیاں اور مجموعے پسند کیے جائیں گے اور باقی رہیں گے۔ کہتے ہیں کہ ایک باشعور تخلیق کار اپنا نقاد خود ہوتا ہے اور اسے دوسروں سمیت اپنے عیوب و محاسن بھی نظر آتے ہیں۔ کافکا کا بھی ایسا ہی معاملہ ہے۔

کافکا کی فن کاری کی اتنی جہتیں ہیں اور اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے ادیب اس کے اثر میں دکھائی دیتے ہیں۔ اردو کے ادیبوں نے چونکہ جدید نثر مغرب سے مستعار لی ہے، اس لیے کافکا کے اردو ادیبوں پر اثرات ہونا ضروری تھے اور اردو بولنے والوں کی زمین کی فضا ان اثرات کو قبول کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھی۔

کافکا نے پوری دنیا کے ادیبوں کی طرح اردو زبان کے ادیبوں کو بھی متاثر کیا۔ خاص طور پر دوسری جنگِ عظیم کے آگے پیچھے جب انگریزی ادب کا بادل چھٹا تو اُردو ادبا نے دوسری زبانوں کے ادب کی طرف بھی توجہ کی اور اُن فن پاروں کو بذریعہ انگریزی مطالعہ کیا اور متفرق تحریروں کو اُردو زبان میں منتقل کرنے کو ہوا دی۔ یوں کافکا سمیت دنیا بھر کے دوسرے نامور ادیبوں تک آسان رسائی ہوئی اور اُن کے اثرات کو قبول بھی کیا گیا، مگر یہ بھی ہے کہ عموماً ایک بڑے ادیب کی طرز پر چلنے والے کسی اور ہی جانب نکل پڑتے ہیں۔ یہاں وہ منٹو کو محض فحش گو اور فرانز کافکا کو فقط علامت نگار سمجھ کر بے تکی تقلید شروع کر دیتے ہیں، جس سے اُن کی اپنی ذات اور اُن کے قاری کی ذات اور نفسیات کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ تقلید دراصل ایک ایسا پُل ہے جس پر احتیاط سے نہ چلنا، جان گنوانے کے مترادف ہے:

> ”نئے اردو افسانے پر بھی براہ راست یا بالواسطہ کافکا کا اثر پڑا ہے، لیکن عموماً یہ اثر خوشگوار سے زیادہ ناگوار صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ کافکا کی تحریروں کا اصل مقصد، مفہوم، پیغام جو بھی کہہ لیجیے کتنا ہی مشکل، کتنا ہی مبہم، پیچیدہ کیوں نہ ہو اس کا بیانیہ نہایت واضح و روشن، مربوط اور جزئیات کے انتخاب میں اس کی حیرت خیز چابکدستی کا ثبوت ہے۔“ (۱۴)

یہ کافکا کی خوبی ہے کہ اُس نے اپنی نفسیاتی بے ترتیبیوں کو کمال مہارت سے اپنے فن پاروں میں یوں استعمال کیا کہ اُن بے ترتیبیوں کی اپنی ایک ترتیب بن جاتی ہے اور کافکا کا قاری آخر میں مطمئن ہو جاتا ہے مگر نیّر مسعود کے بقول کچھ اردو افسانہ نگاروں نے کافکا کو کسی اور طرح ہی سمجھا ہے:

''نئے اردو افسانہ نگاروں میں سے بیشتر نے یہ کیا کہ پیچ در پیچ معانی پیدا کرنے کی فکر میں اپنے بیانیے ہی کو مبہم، نیم تاریک اور پیچ در پیچ کر دیا جسے پڑھ کر اندیشہ ہوتا ہے کہ اس پیچاک کے پیچھے جو مفاہیم ہیں وہ کہیں بہت سرسری اور پیش پا افتادہ نہ ہوں۔''(۱۵)

کافکا کا بیانیہ نہایت واضح ہے۔وہ الجھی ہوئی باتوں کو بھی اس سلیقے سے بیان کرتا ہے کہ اُس کا قاری ان اُلجھی باتوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر ان کے معانی کو خود الجھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔کافکا کی طرز پر چلنے والے بیشتر اردو افسانہ نگار ایسی الجھی ہوئی علامت نگاری اور بے ترتیبی کو اپناتے ہیں کہ سرے سے ادب کا جواز ہی فوت ہو جاتا ہے۔ان کا قاری بے چارا مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ افسانہ نگاروں کے ذہن میں موجود اصل گتھی کو سلجھائے اور عبارت کا اصل مفہوم بھی ڈھونڈے۔یہی وہ مقام ہے جہاں قاری اپنے مصنف سے دور ہو جاتا ہے۔

فرانز کافکا ایک پُراسرار شخصیت کا مالک تھا جس کی پُراسراریت اُس کے فن پاروں میں نمایاں نظر آتی ہے اور وہ اس پراسراریت کو اپنے انداز کی بے ترتیبی میں ڈھال کر ایسی ترتیب پیدا کر دیتا ہے کہ اُس کے مرنے کے سو سال بعد بھی مختلف زمانوں اور مقامات کے ادیب اُس سے متاثر نظر آتے ہیں۔اردو ادب،خاص کر نثری ادب کی جڑوں نے بلاشبہ مغربی ادب سے توانائی حاصل کی ہے۔چیخوف، ٹالسٹائی، بالزاک، جیمز جوائس، ورجینا وولف، یونگ، کافکا اور ان جیسے کئی بڑے نام ہیں جنھوں نے اردو ادب سمیت دنیا کی دوسری زبانوں کے ادب کو متاثر کیا۔فرانز کافکا کی ماورائیت، علامت نگاری اور علامت نگاری کے ذریعے حقیقت کی پیش کاری نے اردو کے بہت سے نثر نگاروں کو متاثر کیا۔کافکا کا یہ اثر دورِ جدید میں بھی مختلف ادیبوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔خورشید احمد نے کافکا کے حوالے سے انتظار حسین اور خالدہ حسین کے اعترافات نقل کیے ہیں۔انتظار حسین کہتے ہیں:

''فکشن میں جن گریٹ ماسٹرز سے میں نے کچھ سیکھنے کی کوشش کی ہے، یہ بات میں نے کبھی نہیں چھپائی کہ چیخوف کا افسانہ مجھے بہت سحر میں لیے رہا ہے اور میں نے اس سے بہت سیکھنے کی کوشش بھی کی ہے۔یا جوائس کی کہانیاں ہیں یا کافکا ہے، ترگنیف ہے۔''(۱۶)

خالدہ حسین کہتی ہیں:

''روس میں چیخوف، دستوئیفسکی، ٹالسٹائی، ترگنیف وغیرہ۔جرمنی میں کافکا، ٹامس مان اور فرانچ میں البرٹ کامیو، امریکہ میں فاکنر اچھا لگتا ہے۔''(۱۷)

اردو محققین نے کافکا کے اثرات کو اردو ادیبوں میں تلاش کرنے کی متفرق کوششیں کی ہیں۔ شمیم حنفی، کافکا اور خالدہ حسین کی بابت یوں گویا ہیں''خالدہ اصغر(حسین) اردو کی پہلی افسانہ نگار ہے، جس

نے کافکا کے انتہائی پُرفریب اور سادہ، غیر جذباتی اور آہستہ آہنگ، رمزیہ صیغہ اظہار کو تواتر کے ساتھ اپنی کہانیوں میں برتا ہے۔''(۱۸)

خالدہ حسین کے افسانے "ایک دفعہ کا ذکر ہے" کا آغاز ملاحظہ ہو: ''یہ ایک عورت کی کہانی ہے۔ بلکہ یہ ایک بے حد معمولی عورت کی کہانی ہے۔ اگر تم ہنکارا بھرتے رہے ہو تو امید ہے کہ یہ رات بھر میں ختم ہو جائے گی ورنہ کہیں میں سناتے سناتے سو گئی تو یہ پھر میرے ذہن سے اتر جائے گی یا ہو سکتا ہے میں کہانی کا ارادہ ہی ترک کر دوں۔''(۱۹)

یہ فضا اور انداز بلاشبہ کافکا کی یاد دلاتے ہیں۔ یونہی سریندر پرکاش بھی اپنے افسانوں میں کافکا سی رمزیت لیے ہوئے ہے۔ اس کے ایک افسانے "مردہ آدمی کی تصویر" میں ایک تصویر کہانی کو گھورتی ہے۔جس سے کافکا کی ماورائی فضا یاد آنے لگتی ہے۔ ''تصویر والا آدمی برابر مجھے گھورے جا رہا تھا۔ وہ اندر گئی تھی شاید میرے لیے (اگر گرمی کا موسم ہے تو کچھ ٹھنڈا اور اگر سردی کا موسم ہے تو کوئی گرم) مشروب لینے کے لیے۔ میں وہاں چپ چاپ بیٹھ گیا اور کمرے کی ایک ایک چیز کو دیکھنے لگا۔ سب طرف سے تھک کر نظر اس تصویر پر آ کر رک جاتی اور تصویر والا آدمی زیادہ شدت سے مجھے گھورنے لگتا۔''(۲۰)

یہی رمزیت اور ماورائیت اگر انسانی جذبوں سے ہم آہنگ ہو جائے تو ادیب کے قدم اُن راستوں پر بڑھنے لگتے ہیں جہاں سے ادب اعلیٰ کی بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ مگر اس سب کے لیے ضروری ہے کہ کسی بڑے ادیب سے متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے زمان و مکاں کو مدِنظر رکھا جائے۔ کافکا، بلاشبہ اپنے زمان و مکاں کے اعتبار سے اس ماورائی فضا کا بانی تھا۔ خورشید احمد اس فضا کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''جو خالدہ حسین اور سریندر پرکاش کے ہاں مشترک ہے اور جس کی مثالیں دوسرے باشعور جدید افسانہ نگاروں کے یہاں بھی دستیاب ہوتی ہیں اور جیسا پہلے کہا گیا، اس خصوصیت کا کافکا کے ہاتھوں عام رواج ہوا۔''(۲۱)

انتظار حسین ایک نمایاں اردو افسانہ نگار ہیں جو فرانز کافکا کے اثر کے حوالے سے بھی خاص ہیں۔ ان پر کافکا کی ماورائیت نے خاصا اثر ڈالا ہے اور اس ماورائیت نے انتظار حسین کو علامتی افسانہ نگار بنا دیا ہے۔ خورشید احمد لکھتے ہیں ''جدید افسانہ نگاروں میں انتظار حسین کافکا سے کافی متاثر نظر آتے ہیں۔ اُن کا افسانہ "کایا کلپ" کا عنوان ہی کافکا کی یاد دلاتا ہے۔''(۲۲)

انتظار حسین کے افسانہ "کایا کلپ" میں شہزادہ آزاد بخت مکھی بن جاتا ہے، جو انسان بھی ہوتا ہے اور ایک مکھی بھی۔ جیسے کافکا کا ایک کردار صبح اٹھتا ہے تو مکوڑا بنا ہوتا ہے۔ انتظار حسین کے افسانوں میں کافکا کی بازگشت واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ انتظار حسین کا افسانہ "آخری آدمی" بھی ماورائیت کی ایک عمدہ

مثال ہے۔جس میں کافکا کا ہنر یوں جھلکتا ہے کہ انتظار حسین کے "آخری آدمی" کے سارے کردار حقیقی معلوم ہونے لگتے ہیں۔ "آخری آدمی" میں رفتہ رفتہ انسانی قبیلہ ایک غلطی کی پاداش میں بندر بننے لگتا ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ہو پاتا۔آخری آدمی یا آخری بننے والا بندر ایک نسبتاً ذہنی آدمی کا حال ہے جو اپنی حساس فطرت کی وجہ سے سب سے زیادہ اذیت جھیلتا ہے۔

''الیاسف نے اِلیاب کو یاد کیا کہ خوف سے اُپنے اندر سمٹ کر وہ بندر بن گیا تھا، تب اُس نے کہا کہ میں اندر کے خوف پر اسی طور غلبہ پاؤں گا، جس طور میں نے باہر کے خوف پر غلبہ پایا تھا اور الیاسف نے اندر کے خوف پر غلبہ پا لیا، اور اس کے سمٹتے ہوئے اعضاء دوبارہ کھلنے اور پھیلنے لگے، اُس کے اعضاء ڈھیلے پڑ گئے۔اور اُس کی انگلیاں لمبی اور بال بڑے اور کھڑے ہونے لگے۔اور اُس کی ہتھیلیاں اور تلوے چپٹے اور لجلجے ہو گئے اور اس کے جوڑ کھلنے لگے اور الیاسف کو گمان ہوا کہ اس کے سارے اعضاء بکھر جائیں گے تب اس نے عزم کر کے اپنے دانتوں کو بھینچا اور مٹھیوں کو کس کر باندھا اور اپنے آپ کو اکٹھا کرنے لگا۔''(۲۳)

یہاں آ کر ہمیں انتظار حسین اور کافکا میں واضح مماثلت نظر آتی ہے۔انتظار حسین کے علاوہ احمد علی جیسے ادیب بھی کافکا سے بلاواسطہ متاثر نظر آتے ہیں۔ممتاز شیریں لکھتی ہیں:''کافکا کی گہری رمزیت اور کافکا کا انداز اگر ہمارے کسی ادیب میں ہے تو وہ احمد علی میں ہے۔احمد علی جن کی تحریروں میں خاص طور پر کافکا کی رمزیت اور طریقہ اظہار پایا جاتا ہے وہ "قید خانہ"، "ہمارا کمرہ" اور "موت سے پہلے ہیں۔''(۲۴)

انور خان کا ایک افسانہ "لمبا آدمی" کافکا کی یاد دلاتا ہے جس میں کردار کو اچانک محسوس ہوتا ہے کہ اُس کا قد بہت لمبا ہو گیا ہے۔جب وہ اس بات کا اظہار لوگوں سے کرتا ہے تو لوگ اول تو ہنستے ہیں، پھر اُسے دفن کر دیتے ہیں۔وہ قبر سے نکل کر لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے مگر لوگ بالکل توجہ نہیں دیتے۔

مظہر الاسلام ایک جدید افسانہ نگار ہیں۔اُن کے فن پاروں کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کافکا کے بہت قریب ہیں۔ "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی"، "گڑیا کی آنکھ سے شہر کو دیکھو" اور ان جیسے دوسرے عنوانات ہی مظہر الاسلام کی ماورائیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔مثلاً "گھوڑوں کے شہر میں اکیلا آدمی" نامی افسانے میں ایک شہر پر ایک بگڑا ہوا گھوڑا حملہ کر دیتا ہے۔لوگ اُسے پکڑنے کی کوششیں کرتے ہیں مگر وہ گھوڑا دکانوں کے سامان اور عبادت گاہوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے۔یہ اور اس جیسے دوسرے کئی افسانے ہمیں کافکا کی ماورائیت اور پُراسراریت کے قریب معلوم ہوتے ہیں۔

عرش صدیقی کے اندازِ بیاں میں بھی کافکا جھلکیاں لیتا دکھائی دیتا ہے۔خورشید احمد لکھتے ہیں: عرش صدیقی کا افسانہ "باہر کفن سے پاؤں" کافکا کی تکنیک میں لکھا گیا ہے۔(۲۵)

بلراج کومل اور رام لعل پر کافکا کے اثرات کے مباحث بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔شمس الرحمٰن فاروقی کو بلراج کومل کا" کنواں "اور وارث علوی کو رام لعل کا"چاپ" کافکا کی یاد دلاتے ہیں۔(۲۶)

جنس نگاری کے حوالے سے بھی کافکا کا نام اہم ہے۔یہ جنس نگاری نفسیاتی کشمکش ضرور ہے مگر فحش گوئی نہیں۔یہ وہ مقام ہے جہاں ہم سعادت حسن منٹو اور عصمت چغتائی وغیرہ کو کافکا کے زیادہ قریب محسوس کرتے ہیں۔حالانکہ یہ پورا سچ نہیں ہے۔کافکا اور خصوصاً منٹو میں کچھ اور حساسیت کے پیمانے بھی ملتے جلتے تھے جن کی وجہ سے دونوں فن کاروں کے انداز میں واضح بُعد ہونے کے باوجود ہم آہنگی موجود ہے۔دیگر اہم اردو ادیبوں میں اقبال متین،انور سجاد،بلراج مینرا،سریندر پرکاش،اقبال حمید،قرۃ العین حیدر،عصمت چغتائی اور عزیز احمد کافکا کے اثر کے حوالے سے اہم ہیں۔

فرانز کافکا کے خصوصی انداز سے بالواسطہ یا بلاواسطہ قریباً ہر نمایاں افسانہ نگار کسی نہ کسی حد تک متاثر نظر آتا ہے،جس کی بڑی وجہ کافکا کا اپنے انداز کا مؤجد ہونا بھی ہے۔فرانز کافکا کا یہی اثر اُس کی فنکاری کی سند ہے اور ادب اعلیٰ کی ترجمانی کی ضمانت بھی۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) سعادت حسن منٹو،"نقوش "افسانہ نمبر،مدیر:احمد ندیم قاسمی،جنوری۱۹۵۴ء،ص ۲۲۴

(۲) نعیم احمد،ڈاکٹر،"فرائڈ:نظریہ تحلیل نفسی "جامعہ پنجاب،مئی۱۹۹۴ء،ص ۹

(۳) علی ناظم،"جرمن ادب کا ارتقاء"،ماہنامہ نقوش،افسانہ نمبر،ص ۱۷۵

(۴) فرانز کافکا،"کافکا کے افسانے "،نیئر مسعود(مترجم و مبصر)،ڈان پرنٹرز،کراچی،۲۰۰۹ء،ص ۵۷

(۵) فرانز کافکا،"کافکا کہانیاں "،عاصم بٹ(مترجم و مبصر)،نیشنل بک فاؤنڈیشن،اسلام آباد،۱۹۹۴ء،ص ۱۰۴

(۶) "کافکا کہانیاں "،ص ۱۰۱

(۷) شہناز شاہین،"اردو افسانے پر مغربی ادب کے اثرات"،تخلیق کار پبلشرز،دہلی،۱۹۹۲ء،ص ۲۲۲

(۸) Benjamin "A companion to the work of Franz Kafka" byRolleston and others, NY, 2006, P14.

(۹) James Rolleston,"Kafka: His work and Thoughts" Wildfire University Press, Canada, 1986, P30

(۱۰) خورشید احمد،"اردو افسانے پر مغربی اثر"،مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۲۰۰۲ء،ص ۱۵۵

(۱۱) علی ناظم،"جرمن ادب کا ارتقاء"،ص ۱۷۳

(۱۲) "کافکا کے افسانے"ص ۸

(۱۳) The complete stories"Franz Kafka " Shocken Book inc.,1971,NY,p#2

(۱۴) "کافکا کے افسانے"،ص ۱۵

(۱۵) ایضاً

(۱۶) خورشید احمد"اردو افسانے پر مغربی اثر"،ص ۸

(۱۷) ایضاً

(۱۸) شمیم حنفی، "سہ ماہی: معیار"،نئی دہلی، ۱۹۷۷ء،ص ۷۱

(۱۹) خالدہ حسین، "مصروف عورت"سنگ میل پبلیکیشنز،لاہور،۱۹۸۹ء،ص ۷

(۲۰) سریندر پرکاش، "برف پر مکالمہ"،سطور پرکاشن،نئی دہلی،۱۹۸۱ء،ص ۲۸

(۲۱) خورشید احمد،اردو افسانے پر مغربی اثر،ص ۱۲۳

(۲۲) ایضاً،ص ۱۵۷

(۲۳) انتظار حسین، "آخری آدمی"،ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،نئی دہلی، ۱۹۹۷ء،ص ۲۵۔۲۶

(۲۴) ممتاز شیریں، "اردو افسانہ روایت اور مسائل"،س ن،ص ۹۲

(۲۵) خورشید احمد"اردو افسانے پر مغربی اثر"،ص ۱۶۲

(۲۶) ایضاً